اکائی 4: اندلس میں اسلامی تہذیب کا ارتقا اور یورپ پر اس کا اثر

4.1 مقصد

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد طلبہ اندلس میں اسلامی تہذیب کے ابتدائی دور سے واقف ہو جائیں گے۔ اندلس میں عہد والیان اور اموی امرا و خلفا کے عہد کی تہذیبی و تمدنی حالات ان پر اچھی طرح منکشف ہو جائیں گے۔ اسلامی تہذیب و تمدن کے دورِ عروج میں علمی، مذہبی، تعمیراتی، معاشی اور معاشرتی تہذیبوں کا انہیں بحسن وخوبی علم ہو جائے گا۔ اسلامی تہذیب کا یورپین ممالک پر کس قدر گہرا اثر ہوا یہ اکائی انہیں اس بات سے بھی باخبر کرے گی۔

4.2 تمہید

پہلی صدی ہجری کی آخری دہائیوں میں اموی فوجیں موسی بن نصیر کی قیادت میں شمالی افریقہ کے اکثر علاقوں میں قابض ہو چکی تھیں اور قلیل مدت میں کثیر علاقوں کو اپنے زیر اثر کر چکی تھی۔ اسی زمانے میں اندلسی حکمرانوں کے مظالم اور وعدہ خلافیوں کی وجہ سے وہاں کی عوام پریشان حالی تھی، یہی وجہ ہے کہ جب ۷۱۰ء مطابق ۹۱ھ میں موسی بن نصیر کا ایک سپہ سالار طریف اندلس کی طرف بڑھا تو وہاں کے بعض باشندے جن میں جولیان بھی تھا نے نہ صرف مسلمانوں کو خوش آمدید کہا بلکہ ان کی مدد بھی کی۔

موسی بن نصیر کا دوسرا سپہ سالار طارق بن زیاد ۷۱۱ء مطابق ۹۲ھ میں سمندر کو عبور کر کے ساحلی پہاڑی پر اترا، یہی پہاڑی بعد میں جبل طارق کے نام سے مشہور ہوئی۔ طارق بن زیاد نے ۱۹ جولائی ۷۱۱ء مطابق ۲۴ رمضان ۹۲ھ کو قوطی بادشاہ رزریق کو شکست فاش دی اور مسلم فوجوں کے ہمراہ بہت تیزی کے ساتھ آگے بڑھ کر اندلس کے دوسرے شہروں کو فتح کر لیا اور ۷۱۲ء مطابق ۹۳ھ میں اندلس اموی خلافت کا باقاعدہ حصہ بن گیا۔

مسلمانوں کی آمد سے قبل نہ صرف اندلس بلکہ پورے یورپ میں گندگی اور غلاظت کے ڈھیر جمع رہتے تھے، نالیوں کا گندہ پانی سڑکوں، گلیوں اور بازاروں میں بہتا رہتا تھا، لوگوں کو پینے کا صاف پانی میسر نہ تھا۔ پورے یورپ میں ہسپتالوں کا وجود ہی نہ تھا۔ خطرناک بیماریوں کا علاج جادو، ٹونے اور عملیات کے ذریعے کیا جاتا تھا۔ لوگ توہمات کے اِس قدر شکار ہو چکے تھے کہ معالج کی بجائے عامل کی طرف رُجوع کرنے میں ہی عافیت سمجھتے تھے۔ کھانے اور پہناوے میں نفاست کا فقدان تھا۔ علمی حالت سب سے بڑھ کر قابل رحم تھی۔ لاکھوں کی آبادی کے شہروں میں گنتی کے چند پادریوں کے سوا کوئی لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا، تعلیم، علاج اور تہذیب وثقافت غرض عملی زندگی کا ہر شعبہ قابلِ رحم حالت کو پہنچا ہوا تھا۔ اندلسی مسلمانوں نے یورپ کو ایک نئی تہذیب سے متعارف کرایا۔

اندلس میں والیوں کے دور یعنی ۷۱۱ء مطابق ۹۲ھ تا ۷۵۶ء مطابق ۱۳۹ھ تک مقامی ثقافت و تہذیت اور اسلامی شامی ثقافت و تہذیب کی روایات سے مذہبی رواداری کی داغ بیل پڑی، اسلامی اور غیر اسلامی تہذیب وثقافت کے آئینے میں ایک ایک نیا اندلس تاریخ کے اوراق میں جگہ پایا، تجارت، زراعت، آب پاشی کو نشو ونما ملا، اندلس کے اصل باشندے ان میدانوں میں شامی طریقے سے متعارف ہوئے۔ لوگوں کی رہن سہن اور بود و باش میں بھی ایک نمایاں تبدیلی رونما ہوئی۔

اندلس میں اسلامی تہذیب وثقافت کا دور باقاعدہ طور پر امرا و خلفا کے دور سے شروع ہوا جس کی ابتدا ۷۵۶ھ مطابق ۹۱۲ء سے ہوتی

ہے۔اس دور میں بربروں،عربوں اور مولدین کی بغاوتیں ختم ہوگئیں، ہر طرف امن وآمان کا پرچم لہرااٹھا،اندلس کا باضابطہ تہذیبی تشخص اجاگر ہوکر سامنے آیا۔زبان وادب اور علم وفن کو ترقی ہوئی،ادباوشعرا کی مجلسیں سجنے لگیں،شہری گلی کوچوں سے لے سرحدی علاقوں تک ایک نئی تہذیب نے اپنی نشانات کے جھنڈے گاڑے، پرانی تہذیب وثقافت کا تقریبا خاتمہ ہوگیا۔اسی دور میں سرکاری سطح پر مالکی مذہب متعارف ہوا۔مالکی فقہانے بہت جلد اندلس کی سیاسی معاشرت میں مقام حاصل کرلیا۔صنعت وحرفت،زراعت وتجارت کو بے پناہ فروغ حاصل ہوا۔عمارات وکتب خانے،مسجد ومدرسے اور خانقاہیں تعمیر ہوئیں الغرض زندگی کے ہر شعبے میں اندلس نے نمایاں مقام حاصل کیا۔عبدالرحمان ثانی [متوفی ۸۵۲ء مطابق ۲۳۸ھ] کے دور میں شامی روایات اور نظام حکومت کمزور ہوئی اور عباسی طرز کے نظام کو رواج ملا، بغداد اور غرناطہ کی طرز زندگی یکسانیت کی طرف قدم بڑھانے لگی۔

اموی اندلس کی تاریخ میں عبدالرحمان ناصر [متوفی ۹۶۱ء مطابق ۳۵۰ھ] کا دور اندلسی تہذیب وثقافت کا نقطۂ عروج تھا،اس دور میں امارت کی جگہ خلافت نے لے لی، باغ بانی،کاشت کاری،آب پاشی،صنعت وحرفت اور ہر علمی وتہذیبی شعبہ نے ترقی کیا۔اس دور میں اندلس یورپ کا سب بڑا ترقی یافتہ ملک بن گیا تھا،ہم سایہ یورپی بادشاہ اس ملک سے روابط قائم کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔مستنصر باللہ [متوفی ۹۷۶ء مطابق ۳۶۶ھ] کے دور میں ادب وثقافت کو خوب فروغ ملا، وہ خود عالم تھے اور علم وفن کے دل دادہ بھی تھے،اس دور کے قرطبہ کو ''عروس عالم کا زیور'' کہا جاتا تھا۔مختصر یہ ہے کہ اس دور میں اندلس کے اصل باشندے ایک فکرِ تازہ سے رُوشناس ہوئے۔زندگی کے نئے اَسالیب عملی طور پر اُن کے سامنے آئے۔مستنصر باللہ کے بعد اموی خلافت کا زوال شروع ہوا اور ۱۰۲۳ء مطابق ۴۱۴ھ میں خلافت کا دور ختم ہوگیا اسی کے ساتھ اندلس کی سنہری ثقافت وتہذیب بھی زنگ آلود ہونے لگی۔

جس زمانے میں اندلس تہذیب وثقافت کے اعلی معیار کو پہنچ کر دنیا کو اپنی طرف تکنے کے لیے مجبور کررہا تھا اس زمانے میں یورپ وحشت وبربریت اور جہالت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔اس کے شہروں میں ہر طرف کوڑے کرکٹ سے بھری ہوئی گلیاں تھیں،جگہ جگہ گندگی کے انبار لگے رہتے تھے،گندی نالیاں تعفن پھیلا رہی تھیں۔گھنے اور بے راہ جنگلوں میں ڈاکوؤں نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔تہذیب وثقافت، سیاست وتمدن اور علوم وفنون کا کوئی تصور نہیں تھا۔ان ناگفتہ بہ حالات میں اندلسی تہذیب نے مشعل راہ کا کام کیا اور یورپ کو اندلس سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔حقیقت یہ ہے کہ یورپ کے پاس تہذیب وثقافت کا جو کچھ سرمایہ ہے اس کا بیشتر حصہ مسلمانوں کا عطا کردہ ہے۔

4.3 اندلس میں اسلامی تہذیب کی ابتدا

۷۱۱ء مطابق ۹۲ھ تا ۷۵۶ء مطابق ۱۳۹ھ تک اندلس میں والیانِ عرب کا نظم ونسق رہا،اس دور کو والیوں کا دور کہا جاتا ہے،اس مدت میں عسکری حملے برابر جاری رہے،اسلامی اندلس کی توسیع وتکمیل بھی ہوتی رہی۔مختلف گورنر آتے اور جاتے رہے یہاں تک کہا جاتا ہے کہ ۴۶ سال کی مدت میں ۲۴ گورنر یکے بعد دیگرے تبدیل ہوئے اور اندلس کا نظم ونسق اپنے اپنے انداز میں چلاتے رہے،جب بھی کوئی گورنر آتا وہ فوجوں کا دستہ اپنے ساتھ لاتا،اس لیے اس مدت میں اندلس میں داخل ہونے والے لوگوں کا بڑا حصہ فوجوں پر مشتمل رہا۔ظاہر سی بات ہے کہ فوجوں اور والیوں کو زیادہ تر دل چسپی سیاسی امور سے رہا کرتی ہے۔ان سے معاشرہ کی بہت بڑی تبدیلی کی امید نہیں لگائی جاسکتی۔

مذکورہ بالا سطور سے اندازہ لگاپانا مشکل نہیں ہے کہ اندلس کا ابتدائی دور سیاسی عدم استحکام کا رہا،والیان اندلس بار بار تبدیل ہوتے رہے

فوجوں اور حاکموں کا آنا جانا جاری رہا۔ اندلس کی معاشرتی حیات کی طرف بہت زیادہ توجہ نہیں دی جاسکی، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اندلس کے سابقہ معاشرہ میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ اس دور میں اندلس کی مقامی ثقافت اور اسلامی شامی تہذیب کے امتزاج سے مذہبی رواداری بڑھی اور تجارت کو بھی فروغ حاصل ہوا، البتہ معاشرت کی بنیاد قبائلی تقسیم پر رہی، اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب ایک طرف شامی اور غیر شامی تفریق کا شکار تھے تو دوسری طرف بربر قوم کے ساتھ ان کی رقابت تھی۔ مقامی مسلمان بلادیون کہلاتے تھے اور قبائلی منافرت کے شکار تھے۔ یہ عہد بحیثیت مجموعی سیاسی انتشار اور مہم جوئی کا زمانہ تھا جو جنگ ''بلاط الشہداء'' کی فتح پر ختم ہوا، جس میں مسلمانوں کا نامور سپہ سالار عبدالرحمان غافقی شہید ہوا اور مسلمان فوج اندلس سے نکل کر فرانس کی سرحدوں کو عبور کرتے ہوئے بہت دور تک فرنک سپہ سالار چارلس مارٹل کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔

والیوں کا عہد اندلس میں عربی تہذیب وثقافت کی خشت اول کا درجہ رکھتا ہے کیوں کہ اس عہد میں اسلامی فوجوں کے ہمراہ صحابہ وتابعین کی ایک بڑی جماعت داخل اندلس ہوئی، تعلیمات وصحبت نبوی کی برکت سے ان لوگوں نے عسکری اپریشن کے دوران اور اس کے بعد عوام کے ساتھ رفق ونرمی سے کام لیا، جہاد کے بعد ان بزرگوں نے عوام کو دین ومذہب سمجھانا اپنا فرض منصبی سمجھا، اس لیے انہوں نے اولاً علوم دین وعلوم لغت کی تعلیم کی طرف اپنی توجہ مرکوز کیا، تعلیم گاہوں کی کمیابی کے سبب مساجد اور عبادت گاہوں میں بساط درس بچھایا۔ والیوں کے عہد میں اندلس میں کئی طرح کی تہذیبیں پروان چڑھیں۔

عموماً دیکھا یہ جاتا ہے کہ انسان جس علاقہ میں نقل مکانی کرتا ہے وہیں کی تہذیب وثقافت اختیار کرتا ہے، لیکن اندلس میں ایسا کچھ بھی نہیں ہوا، اندلس کی تہذیب وثقافت نہایت کمزور تھی بلکہ حقیقی تہذیب وہاں موجود ہی نہیں تھی، اگر کچھ تھی بھی تو وہ علاقائی حدود تک محدود تھی، اس لیے اندلس میں داخل ہونے والے مسلمانوں پر اس تہذیب وثقافت کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا۔ اِسلامی اندلس کی تہذیب عرب مسلمانوں ہی کا مرہونِ منّت تھا، جو ترکِ سکونت کر کے اندلس میں آباد ہوئے تھے۔ وہ اِسلامی تہذیب کی خوشنما روایات بھی اپنے ساتھ اندلس لے گئے تھے، جس سے اندلس کی سرزمین تہذیبی کمال کے عروج کو پہنچی۔ داعیان اسلام اپنی اخلاقی برتری اور حسن سلوک کی بنیاد پر لوگوں کے دلوں پر گہرا اثر چھوڑ رہے تھے، ان کی نرم خوئی اور شریں کلامی لوگوں کو اپنی طرف مائل کر رہی تھی اور اندلسی باشندے اسلام کو آگے بڑھ کر گلے لگانے پر مجبور ہو رہے تھے۔

والیوں کے عہد میں عربی ادب کو اندلس میں فروغ حاصل ہونا شروع ہوا، فوجوں اور عسکری جماعتوں سے والیان اندلس کا خطاب عربی زبان وبیان میں ہوتا تھا، مفتوح قوم کے لیے معاہدات اور ضمانتی کاغذات عربی زبانوں میں لکھے جاتے تھے، خط وکتابت کی زبان بھی عربی تھی چنانچہ اسلامی سپہ سالار طارق بن زیاد کی طرف چند خطبات منسوب ہیں جو انہوں نے وقت بوقت فوجوں کو دیے تھے، اسی طرح موسیٰ بن نصیر کے خطوط کا ذکر ملتا ہے جو انہوں نے وقتاً فوقتاً اہل کاران اندلس کو لکھے تھے۔

عہد والیان میں انتشار وافتراق کے باعث اہل اسلام علوم وفنون کی طرف زیادہ توجہ مبذول نہیں کر سکے، خصوصاً علم طب میں وہ عیسائی طبیبوں کی کتابوں پر اعتماد کرتے تھے، البتہ کاشت کاری اور صنعت وحرفت میں ان کی پیش قدمی ہوئی، اہل اندلس شامی طریقۂ حرفت سے آگاہ ہوئے اور زمین داروں کی مفتوحہ زمینیں وہاں کے غریب باشندوں کو ملنے کی وجہ سے کاشت کاری کو فروغ حاصل ہوا۔

والیوں کے عہد میں اندلس اموی سیاست کے زیر اثر تھا، اموی سیاست کا مرکز شام تھا یا پھر اندلس کے والیان کے ہاتھوں میں اس کی لگام تھی اس لیے شامی تہذیب و کلچر کا اثر اس دور میں اندلس پر بہت نمایاں تھا، شامی تہذیب و ثقافت کا اثر جبری نہیں بلکہ طبعی تھا کیوں رعایا اپنے والیوں کے ماتحت ہوا کرتی ہے۔

مذہبی اعتبار سے اگر عہد والیان پر نگاہ کریں تو یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اندلسی مسلمان عہد والیان میں امام عبد الرحمان اوزاعی [۸۸-۱۵۷ھ] کے پیروکار تھے۔ ان کے مذہب کی پیروی کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت امام اوزاعی بیروت پر حملہ آور مجاہدین کے ساتھ تھے، جنگی مسائل و احکام میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا اور عسکری جماعتیں ان کی پیروی کرتی تھیں جس کا سلسلہ فتح اندلس کے بعد بھی جاری رہا اور لوگ ان کے مذہب کے پیروکار بن گئے۔

عہد والیان میں تجارت کو اندلس میں بڑھاوا ملا، بیرون اندلس سے آئے ہوئے مسلمان قریبی مفتوحہ مسلم علاقوں سے مال تجارت لے کر اندلس آتے تھے اور اندلس کی مارکیٹ میں فروخت کرتے تھے، اسی طرح اندلس کی چیزوں کو بیرون اندلس فروخت کرنے لیے جایا کرتے تھے۔ ہمسایہ ممالک جن میں اسلامی حکومت نہیں تھی وہاں کے تاجروں کا رخ بھی عربی ساز و سامان خریدنے کے لیے اندلس کی طرف ہوتا تھا اس طرح سے اندلس ایک بڑی تجارتی منڈی کی طرف قدم بڑھا چکا تھا جو بعد کے ادوار میں عروج کی آخری منزل حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اندلس ابھی ترقی کی راہوں پر گامزن ہی تھا کہ بغداد میں اموی خلافت کا خاتمہ ہو گیا اور اس کی جگہ عباسی خلافت نے لے لی، یہ ۷۵۶ء مطابق ۱۳۹ھ کی بات تھی جب اندلس میں یوسف بن عبد الرحمان فہری [۷۴۷-۷۵۶ء مطابق ۱۳۰ھ-۱۳۹ھ] والی تھے۔ اسی دوران اموی خلیفہ ہشام کا پوتا عبد الرحمان بن معاویہ عباسیوں سے بچتا بچاتا شمالی افریقہ پہنچ گیا، یہاں اس نے فوج جمع کی اور اندلس پر حملہ کر دیا۔ قرطبہ کے باہر یوسف بن عبد الرحمان فہری کو شکست دے کر ۱۰ مئی ۷۵۶ء مطابق ۳۰ ربیع الآخر ۱۳۹ھ کو اس نے امیر اندلس ہونے کا اعلان کر دیا اس طرح اندلس میں امارت کے دور کا آغاز ہو گیا۔

طارق بن زیاد سے لے کر یوسف بن عبد الرحمان تک یعنی ۷۱۱ء مطابق ۹۲ھ تا ۷۵۶ء مطابق ۱۳۹ھ تک کے عرصے میں اندلس صحیح معنوں میں اسلامی اندلس بن گیا اس نصف صدی کا زیادہ تر وقت گو کہ خانہ جنگی میں گزرا لیکن پھر بھی اس دور کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ”اندلس اسلام کے زیر سایہ پچاس سال کے اندر اندر تہذیب کے اس نقطہ پر پہنچ گیا جہاں تک اٹلی کو پوپ کی حکومت کے ماتحت پہنچنے میں ایک ہزار برس لگے“۔

4.4 اندلس میں اسلامی تہذیب کا عروج

اندلس میں اموی امرا اور خلفا کا دور ۷۵۶ء تا ۹۱۲ء مطابق ۱۳۰ھ تا ۳۰۰ھ تک رہا۔ اندلس میں اس دور میں زبان و ادب، علم و فن، صنعت و حرفت، زراعت و تجارت کو غیر معمولی ترقی حاصل ہوئی، عمارات و کتب خانے، مساجد و مدرسے تعمیر ہوئے، علم و فن کے بڑے بڑے مراکز قائم کیے گئے، دنیا بھر کے علما و حکما اندلس میں جمع کیے گئے، یونانی و رومی علوم عربی زبان میں منتقل کیے گئے، شفا خانے بنائے گئے، سڑکیں اور نہریں نکالی گئیں، باغات اور درخت لگائے گئے، رات کو روشنی کا انتظام کیا گیا، پل اور تالاب بنائے گئے اور اندلس کو حسین و دل کش تعمیرات سے بھر دیا گیا۔ اسی عہد ہمایوں میں سرکاری سطح پر امام مالک کا مذہب متعارف ہوا اور بے حد و حساب معاشی و معاشرتی ترقیاں ہوئیں۔ ہم ذیل میں

ان میں سے بعض امور پر قدرے تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

4.1 اندلس میں علمی سرگرمیاں

4.1.1 عمومی جائزہ

علمی آ گہی اور بصیرت جو تعلیم کے ذریعہ حاصل ہو اسلامی تہذیب کا لازمی حصہ ہے۔ جس شہر یا ملک میں علمی سرگرمیاں تیز ہوتی ہیں اور معاشرہ کا ہر فرد تعلیم یافتہ ہوتا ہے وہاں کی تہذیب وثقافت معیاری ہوا کرتی ہے۔ اندلس میں اسلامی تہذیب کے ارتقا میں وہاں کے علمی ماحول کا بہت بڑا کردار رہا ہے اس لیے طلبہ کے لیے وہاں کی علمی سرگرمیوں کی معلومات حاصل کرنا ازبس ضروری ہے تاکہ اندلس کی علمی تہذیب وثقافت کا انہیں صحیح طور پر اندازہ ہو سکے۔

اسلامی اندلس میں تعلیم عام ہو چکی تھی، ہر طرح کی تعلیم دی جاتی تھی، خطوط نویسی، انشاء پردازی اور عربی گرامر وغیرہ کی تعلیم پرائمری درجات ہی میں دے دی جاتی تھی۔ اندلس کی ہر بستی میں ثانوی تعلیم کے کئی مدارس ہوا کرتے تھے۔ صرف قرطبہ میں حکم ثانی نے ستائیس ایسے مدارس قائم کئے تھے جن میں مفت تعلیم دی جاتی تھی۔ قرطبہ، اشبیلیہ، ملاغہ، سرقسطہ اور جیان میں اعلی تعلیم کی یونی ورسٹیاں قائم تھیں جہاں بالعموم بلا معاوضہ تعلیم دی جاتی تھی۔ یونیورسٹیوں میں حدیث، تفسیر، ادبیات، تاریخ، سائنس اور فلسفہ وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔

اسلامی اندلس میں رفتہ رفتہ تعلیم کا گراف اس قدر ہائی لیبل پر پہنچ چکا تھا کہ بیرون ممالک کے لوگ علم حاصل کرنے وہاں جایا کرتے تھے ۔علمی تشنگی کی سیرابی کے لیے اندلس کی طرف قدم بڑھانے والوں میں زیادہ تر افراد عیسائی تھے، ان میں سب نمایاں نام جربرٹ آف آری لیک [Gerbert of Aurillac] کا ہے، اس نے قرطبہ سے عربی زبان، ریاضیات اور فلسفے کی تعلیم حاصل کی پھر یورپ میں ان علوم کو فروغ دیا۔ اسی طرح پیٹر محترم [Peter the Venerable] (۱۰۹۲ء-۱۱۵۶ء مطابق ۴۸۵-۵۵۱ھ) اور جیرارڈ ڈے کریمونا [Gerard de Cremona] (۱۱۱۴ء-۱۱۸۷ء مطابق ۵۰۸-۵۸۳ھ) نے بھی اعلی تعلیم کے لیے اندلس کا رخ کیا تھا اول الذکر نے اسلام اور عقائد اسلام پر کتابیں لکھ کر یورپ میں عام کیا اور ثانی الذکر نے متعدد عربی کتابوں کا اطالوی زبان میں ترجمہ کیا۔

4.1.2 علمی سرگرمیوں کی ابتدا

اسلامی اندلس میں علمی سرگرمی تاخیر سے شروع ہوئے، مقامی حالات اور نزاعی کیفیات نے حکمراں طبقہ کو اس طرف توجہ کرنے کا موقع نہیں دیا، اس کے باوجود عبدالرحمان داخل [۷۸۸-۷۵۶] نے لوگوں میں علم وادب کا شوق بیدار کرنے کے لیے مشاعروں اور مناظروں کی مجلسیں منعقد کراتا تھا اور وہ بذات خود ان مجلسوں میں شرکت بھی کرتا تھا۔

اسلامی اندلس کے آٹھ سو سالہ دَور میں مذہبی علوم کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم بھی اِرتقاء کے عمل سے گزرے۔ اِسلامی اندلس کے اِبتدائی دو سو سالہ دَور میں مختلف حکمرانوں نے اپنے اپنے زمانے میں علمی و فکری مجالس کے اِنعقاد اور دُنیا کے تمام علوم و فنون پر کتابیں جمع کرنے کے کام کا آغاز کر دیا تھا اور اندلس علمی تہذیب وثقافت کی طرف قدم بڑھانا شروع کر دیا مگر اُس کی رفتار تیز نہیں تھی سست روی کا شکار تھی۔ اُس دو سو سالہ دَور کی علمی سرگرمیوں کے مشاہدے کے بعد یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ اندلس میں علمی و فکری اِرتقاء اور ادبی و فنی تہذیب وتمدن مشرق کے اِسلامی ممالک کی نسبت تاخیر سے شروع ہوئے۔ اس تاخیر کا بڑا سبب سلطنت کا سیاسی عدم اِستحکام تھا، البتہ عبدالرحمٰن سوم کا دَور جہاں تمدّنی

حوالے سے قابلِ رشک ہے وہاں سیاسی اِستحکام کی بدولت علوم وفنون کی ترویج میں بھی سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

4.1.3 علمی سرگرمیوں کا عروج

اسلامی اندلس میں حقیقی علمی تہذیب وثقافت کا عروج عبدالرحمان ثانی کے عہد حکومت (۲۲-۸۵۲) سے ہوا۔ بادشاہ خود آرٹ اور تعمیرات کا دل دادہ تھا، وہ ادبیات اور علوم عقلیہ کی سرپرستی کرتا تھا، اس نے اپنے دربار میں فضلا اور عقلا کی ایک بڑی جماعت کو جمع کرلیا تھا، یحییٰ بن یحییٰ، عبدالمالک بن حبیب، ابن الماجشون، اصبغ بن الفرج اور محمد بن مزین، یحییٰ بن حکم بن الغزال اور تمام بن علقمہ جیسی بڑی شخصیتیں اس کے دربار میں علوم وفنون کی نشرواشاعت میں مصروف رہا کرتی تھیں۔ اس نے علمی اور ادبی کتب کی فراہمی کے لیے اہل کار مقرر کر رکھے تھے جو بلادشرق سے کم یاب کتابیں حاصل کر کے اندلس پہنچاتے تھے۔ اس نے سائنس اور فلسفہ کی کتابوں کی خریداری کے لیے عباس بن ناصح کو عراقی کتب فروشوں کے یہاں بھیجا تھا۔ اس نے اپنے زمانے میں قرطبہ کی سرکاری لائبریری کو کتابوں سے بھر دیا تھا، اس کے دور میں سائنس کی مختلف شاخوں میں تصنیف وتالیف کا آغاز ہوا۔ شاہ قسطنطنیہ نے جب اس کے پاس ادویہ کی کتاب ''الادویۃ المفردۃ'' ۳۳۷ھ مطابق ۹۴۸ء کو تحفہ میں بھیجی تو اس نے ۳۴۰ھ مطابق ۹۵۱ء کو نقولا راہب کے پاس ترجمہ کے لیے بھیج دیا، راہب نے متعدد اطبا کی مدد سے اسے یونانی سے عربی میں ترجمہ کرایا۔

یہی وہ دَور تھا جب اندلس کے مسلمانوں کو صحیح معنوں میں آزادیِ اَفکار نصیب ہوئی اور اُنہوں نے علومِ عقلیہ پر کھل کر تحقیقات شروع کیں۔ اُسی دور میں اندلسی سائنسدانوں نے سائنسی طریق کار کو فروغ دیا اور علمِ ہیئت (astronomy)، علمِ ریاضی (mathematics)، علمِ طب (medical science)، علمِ نجوم (astrology)، علمِ کیمیا (chemistry)، علمِ نباتات (botany)، علمِ جغرافیہ (geography) اور بے شمار صنعتی علوم وفنون پر اپنی گراں قدر تحقیقات کے ذریعے اندلس کو اوجِ ثریا پر پہنچا دیا۔

حکم ثانی نے قرطبہ کو ایک ایسی علمی مارکیٹ میں تبدیل کر دیا تھا جہاں ہر ملک کی علمی اور ادبی تخلیقات دستیاب تھیں، ملک کے تمام شہروں میں پبلک لائبریریاں قائم کی گئی تھیں جو سرکاری خرچ پر چلتی تھیں۔ متعدد افراد نے اپنی ذاتی لائبریریاں قائم کر رکھی تھی۔ لائبریریاں قائم کرنے میں مرد اور عورت دونوں زمرہ کے لوگ شامل تھے۔ کہا جاتا ہے کہ 'قرطبہ شہر کے صرف ایک مشرقی محلے میں ۱۷۰ کے قریب خواتین قرآنِ مجید کو خط کوفی میں لکھنے میں خاص شہرت رکھتی تھیں۔

4.1.4 مذہبی علوم کی اشاعت

اندلس کی تہذیب وثقافت میں مذہبی علوم نے بہت ترقی کی۔ علم تفسیر، حدیث، فقہ اور کلام پر علما نے گراں قدر تصنیفات چھوڑے۔ ابن خطیب کی تصنیفات سے علمائے اندلس کی علمی ومذہبی خدمات کا پتہ چلتا ہے۔ ان کی ایک کتاب ''الاحاطہ'' ہے جو علما فقہا کی تاریخ پر مشتمل ہے، تین جلدوں میں ہے۔

علمائے کلام میں ابن باجہ، ابن طفیل اور ابن رشد جیسی شخصیتوں کے نام آتے ہیں، ان میں سب سے زیادہ شہرت ابن رشد کو ملی انہوں نے عقلی بنیادوں پر مذہب کی توجیہ کی ہے۔ دینی علوم میں ابن حزم نے بھی بیش قیمت خدمت انجام دی ہے، انہوں نے اصول فقہ اور فقہ میں کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ابن حزم مذہب ظاہری کے پیروکار اور اہل حدیث تھے۔

خلیفہ ہشام کے عہد میں مالکی مذہب کو سرپرستی حاصل ہوئی تو مالکی فقہ کی تدوین واشاعت کا کام بھی شروع ہوا۔الموٴطا کی متعدد شروح کے علاوہ مسائل فقہ پر بھی کتابیں لکھی گئیں۔ابن حبیب کی شرح موٴطا ''الواضحۃ'' اوران کے شاگرد کی کتاب ''العتبیہ'' نے مابین علماممتاز شہرت کمائی۔فقہ مالکی کی بنیادی کتاب ''المقدمات الممھات فی الاحکام الشرعیۃ'' اندلس میں تصنیف ہوئی۔ابن رشد کے نامور شاگرد قاضی عیاض مالکی جو مرابطون کے عہد میں تھے،انہوں فقہ مالکی میں بڑا نام کمایا اور تالیف وتصنیف میں اونچا مقام حاصل کیا۔حدیث سیرت اور رجال میں بھی ان کی تصنیفات موجود ہیں۔

مذہبی علوم خصوصا فقہ اور اصول فقہ پر گراں قدر تصنیفی کام اندلس کے آخری حکمراں خاندان بنونصر کے زمانے میں ہوا۔اس دور کے مصنّفین میں ابن لب،ابن سراج،ابواسحاق شاطبی اوران کے شاگرابن عاصم کے نام آتے ہیں۔شاطبی کی ''الموافقات'' اور''الاعتصام'' اسی طرح ابن عاصم کی منظوم فقہی کتاب ''تحفۃ الاحکام'' نے فقہ اور اصول فقہ میں ایک نیا اسلوب پیش کیا ہے۔

4.1.5 طبی اور سائنسی علوم کی اشاعت

مذہبی علوم کے علاوہ علوم میں مسلمانوں کی لاکھوں کتابیں موجود تھیں،تاتاری اور عیسائی ناقدروں نے کتب خانوں میں آگ لگادی، لاکھوں کتابیں جلادی گئیں،جو بچ گئیں وہ آج لندن، پیرس،اسپین اوراٹلی وغیرہ میں مقفل ہیں۔تاریخ دانوں کو جن تصنیفات کا علم ہواان ہی کی روشنی میں انہوں نے اپنی تحقیقات پیش کی ہیں۔موٴرخین کی تحقیقات ہمیں بتاتی ہیں کہ بارود،قطب نما،گھڑیاں،ہوائی جہاز،عینک وغیرہا مسلمانوں کی ایجاد ہیں۔یونانیوں نے بھی طبعیات،ریاضی اور ہیئت پر چند کتابیں لکھی تھیں۔ارسطو،جالینوس،اقلیدس وغیرہ کا شمار بڑے یونانی عالموں میں ہوتا تھا لیکن یونانی سائنسی علوم میں باریک بینی، تحقیق وتدقیق اور تفصیلی مشاہدات کی کمی تھی۔مسلمانوں کے مطالعۂ کائنات کا طریقہ یونانیوں سے مختلف تھا۔یہ لوگ ہر چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے،تجربہ کرتے،تجربات کو دہراتے اور پھر نتائج قلم بند کرتے تھے۔

غیر مذہبی علوم میں مسلمانوں کے کارناموں کی فہرست بہت لمبی ہے۔انہوں نے سورج وچاند گرہن،ہوا،بارش،زلزلے،حیوانات، نباتات اور چیزوں کی خاصیتوں پر لاتعداد کتابیں لکھی ہیں۔گندھک اور معادن پگھلانے کے آلات ایجاد کئے ہیں۔روشنی،ثقل اور مقناطیس وغیرہ پر بحثیں کی ہیں۔مائعات معادن اور سیماب وغیرہ کا وزن معلوم کیا ہے۔پہاڑوں کی بلندی اور سمندروں کی گہرائی پر غیر معمولی تحقیقات پیش کی ہیں۔

عہد اسلامی میں اندلسی سائنسدانوں نے سائنسی طریقِ کار کو بہتر انداز میں فروغ دیا اور علمِ ہیئت (astronomy)،علمِ ریاضی (mathematics)،علمِ طب (medical science)،علمِ نجوم (astrology)،علمِ کیمیا (chemistry)،علمِ نباتات (botany)،علمِ جغرافیہ (geography)،اسی طرح دیگر علوم وفنوں مثلا:سِول انجینئری (Civil engineering)،ہوائی جہاز (Aeroplane)،اسلحہ سازی (Ordnance)،کیمیکل ٹیکنالوجی (Chemical technology)،حرکی توانائی (Kinetic energy)،علم فلکیات (astronomy) علم المیقات (time keeping)،ٹیکسٹائل انجینئری (Textile engineering) کاغذ سازی (Paper industry) اور بے شمار صنعتی علوم وفنون اس زمانے میں اندلس کی روزمرّہ زندگی کا حصہ ہوتے تھے۔ان علوم وفنوں کی تحقیق وتدقیق میں ہزاروں علماودانشوران لگے رہتے تھے۔

4.1.6 حکم ثانی کی لائبریری

اسلامی اندلس میں فراہمی کتب اور تصنیف وتالیف کا انقلابی دور عبد الرحمان ناصر کے جانشیں حکم ثانی (۹۶۱ء-۹۷۶ء مطابق ۳۵۰-۳۶۵ھ) سے شروع ہوا۔حکم ثانی عالم اسلام کے خلفا میں سب سے بڑا عالم تھا،اس نے اپنے والد کے زمانے میں اپنی ذاتی لائبریری قائم کی تھی۔وہ کتابوں کا شوقین تھا اس کے کارندے دنیائے اسلام میں ہر کہیں سے مخطوطات اور کم یاب کتابیں حاصل کرتے پھرتے تھے۔اس نے قاموس نگار محمد بن ابی الحسن فہری اور ایک دوسرے عالم محمد بن معمر کو فراہمی مخطوطات اور نادر کتابوں کی نقول تیار کرنے پر مقرر کیا تھا۔حکم ثانی کے شوق کتب ہی کا نتیجہ تھا کہ اس کی لائبریری قرون وسطی میں سب سے بڑی لائبریری بن گئی تھی جس کی فہرست چوالیس جلدوں پر مشتمل تھی۔چنانچہ اس لائبریری کے بارے میں ایک تاریخ داں نے لکھا ہے کہ ''اندلس کے دُوسرے اُموی خلیفہ حکم ثانی (961ء تا 976ء) کی لائبریری اپنے دَور میں دُنیا کی سب سے بڑی لائبریری تھی، جہاں قرآن، حدیث، فقہ اور دیگر مذہبی علوم کے علاوہ ہیئت [astronomy)، ریاضی (mathematics)، طب (medical sciences)، نجوم (astrology)، کیمیا (chemistry)، (طبیعیات physics)، فلسفہ (philosophy)، منطق (logic)، تاریخ (history) اور جغرافیہ (geography) سمیت تمام علومِ عقلیہ پر مشتمل چار لاکھ سے زیادہ (ایک رِوایت کے مطابق چھ لاکھ) کتب موجود تھیں۔ اُس لائبریری کی کیٹلاگ چوالیس بڑی جلدوں پر مشتمل تھی۔ خلیفہ چونکہ خود بہت بڑا عالم تھا اور سائنس سے گہری دِلچسپی رکھتا تھا اِس لئے اُس نے اُن میں سے بیشتر کتب کا نہ صرف مطالعہ کیا تھا بلکہ اُن پر جا بجا حواشی بھی چڑھا رکھے تھے۔اندلس میں مسلمانوں کے سیاسی زوال کے بعد جاہل پادریوں نے مسلمانوں کی تمام لائبریریاں جلا دیں، جن میں الحکم کی عظیم الشان لائبریری بھی شامل تھی''۔

4.5 اندلس میں اسلامی فن تعمیر کی جھلکیاں

4.5.1 عمومی جائزہ

طرز تعمیر کے اعتبار سے مسلم فن تعمیر یا اسلامی تعمیرات کو بنیادی طور پر ہم دو قسموں میں بانٹ سکتے ہیں۔ بسا اوقات اشتراک مقاصد میں دونوں قسمیں ایک ساتھ جمع بھی ہوسکتی ہیں۔

پہلی قسم میں وہ عمارتیں شامل ہوں گی جو عبادت یا تقرب کے لیے بنائی گئیں ہیں مثلا مساجد، مدارس، خانقاہیں۔اس قسم میں ہم اولیائے کرام اور بزرگان دین کے مقابر کی تعمیرات کو بھی شامل کر سکتے ہیں۔

دوسری قسم میں وہ عمارتیں شامل ہوں گی جو انسانی وبشری ضرورتوں کے لیے تعمیر کی جاتی ہیں مثلا قلعے، شاہی محلات وقصور، شاہی باغات، حمام، سرائے اور پل وغیرہ اس طرز کی تعمیر کردہ دیگر عمارتیں بھی اس قسم میں شامل کی جاسکتی ہیں۔

اندلس کے مسلمانوں نے اپنی طرز تعمیر، شان وشوکت اور پُر تکلف مہذب زندگی کی وجہ سے خلفائے عباسیہ کو بھی ماند کر دیا تھا۔اندلس اپنی تہذیب وثقافت اور فیشن میں دُنیا بھر میں ایک معیار کی حیثیت اِختیار کر چکا تھا اور دُنیا اُس کی مثالیں دیا کرتی تھی۔ بڑے بڑے عالیشان محلات اور بنگلوں کے علاوہ بڑے شہروں میں میلوں تک پھلوں اور پھولوں کے باغات اُسے جنت ارضی کی صورت دے چکے تھے۔

عبدالرحمٰن اول کے دورِ حکومت میں جب اندلس میں اِسلامی سلطنت کو اِستحکام نصیب ہوا تو اُس نے ملک کی تعمیر وتزئین کی طرف خاص

توجہ دی۔ اُس نے تقریباً تمام بڑے شہروں میں جا بجا باغات، فواروں، پختہ گلیوں، سڑکوں اور دیدہ زیب عمارات کا جال بچھا دیا۔ گلی کوچوں کو پختہ اور اُن میں روشنی کا بخوبی اِنتظام کیا۔ شہروں میں سیوریج کا بھی بہت اعلیٰ اِنتظام وانصرام کیا۔ بڑے گندے نالوں پر پکی چھت بچھائی اور وہ اس قدر کشادہ بنائی گئی کہ ایک چھکڑا آسانی اُس کے اُوپر چل سکتا تھا۔ غرناطہ کے باہر ایک عظیمُ الشان محل بنایا اور اُس کے اَطراف میں وسیع وعریض باغ لگایا، جس کا نام ''رصَافہ'' رکھا۔ اُسی محل کے پائیں باغ میں اُس نے اپنے وطن دِمشق سے کھجور کا ایک درخت منگوا کر لگایا جو اُسے اُس کے وطن کی یاد دِلاتا تھا۔ ایک روز کھجور کے اُس درخت کو دیکھ کر اُسے اپنا وطن اور اپنی بے سروسامانی کی حالت یاد آ گئی جس پر اُس نے بڑے ہی پُرسوز اَشعار کہے۔ تاریخِ مقرّی میں اُس کے وہ اَشعار محفوظ ہیں۔ شاعر فطرت ڈاکٹر اقبال نے ''بال جبرئیل'' میں ان اشعار کا مفہوم ذکر کیا ہے۔ اسلامی اندلس میں حسن تعمیر کی دو عظیم مثال ''محل قصرالزہرا'' اور ''مسجد قرطبہ'' سے دی جا سکتی ہے۔

4.5.2 قرطبہ

اِسلامی اندلس کے دارُالحکومت قرطبہ (Cordoba) کی آبادکاری کچھ اِس حسین انداز سے تھی کہ اُس کی سڑکوں، پلوں اور دیگر تعمیرات نے اُسے چار چاند لگا دیے تھے۔ قرطبہ اپنی علمی وفنی سرگرمیوں اور صنعتی وتجارتی اہمیت کے باعث دُنیا میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تقریباً بارہ صدیاں قبل ایک جرمن نے عبدالرحمٰن سوم کے شہر قرطبہ کے بارے میں کہا تھا کہ ''اگر دُنیا کو ایک انگوٹھی فرض کر لیا جائے تو قرطبہ اُس کا نگینہ ہے''۔ اِسلامی اندلس کا دارُالحکومت قرطبہ خلافتِ عباسیہ کے دارُالخلافہ بغداد سے کسی طور کم نہ تھا، بلکہ بعض وجوہ کی بنا پر اُسے بغداد پر فوقیت حاصل تھی۔

مسلمانوں نے اندلس کو حسین تعمیرات سے آراستہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ صرف قرطبہ میں ''دو لاکھ سے زائد رہائشی مکانات موجود تھے۔ سکے سے بنی پائپ لائنوں کی مدد سے اِتنے وسیع وعریض شہر کو پینے کے تازہ پانی کی فراہمی اُس دَور کا سب سے عظیم کارنامہ تھا۔ اس شہر میں اسی ہزار چار سو دُکانیں تھیں، جن میں سے تقریباً بیس ہزار صرف کتب فروشی اور اُس سے متعلقہ کاروبار کے لیے وقف تھیں۔ قرطبہ یورپ کے دورِ جاہلیت کے دوران ایک عظیمُ الشان علمی مرکز کے طور پر اُبھرا۔ شہر میں تین ہزار مساجد، اسی کالج، پچاس ہسپتال، سات سو حمام اور غلّے کو محفوظ رکھنے کے لیے چار ہزار تین سو گودام تھے۔ میلوں طوِیل سڑکیں پختہ پتھروں سے بنی تھیں۔ رات کے وقت شہر میں روشنی کا بخوبی اِنتظام تھا۔ سرِ شام ہرکارے گلیوں میں نصب ستونوں سے آویزاں لیمپوں میں تیل ڈال جاتے، غروبِ آفتاب پر اُنہیں جلا دیا جاتا اور ساری ساری رات اُن کی روشنی سے سڑکیں اور گلیاں منوّر رہتیں۔ یہ اُس دَور کا ایک اور ناقابلِ یقین عظیم کارنامہ تھا۔''

4.5.3 محل قصرالزہراء

تاریخ ابن خلدون ج: ۴ص: ۱۷۲ کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ’قرطبہ سے چار سو میل مغرب کی طرف عبدالرحمٰن سوم نے ایک محل قصرالزہراء تعمیر کروایا تھا، جو اُس کی ایک بیوی الزہراء کے نام سے موسوم تھا۔ اُس محل کے اِردگرد ''مدینۃ الزہراء'' نامی شہر آباد ہو گیا۔ قصرالزہراء ایک ایسی عظیم الشان عمارت تھی جس کا مقابلہ عظیم تاریخی عمارات میں کسی کے ساتھ بھی کیا جا سکتا تھا۔ اُس کے در و دیوار منقّش تھے اور اُن میں جگہ کی مناسبت سے تصاویر بھی کندہ کی گئی تھیں جو اندلس میں اِسلامی فنِ مصوّری کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ قصرالزہراء کی تعمیر کے لیے بغداد اور قسطنطنیہ جیسے دُور دراز ممالک سے انجینئروں اور کاریگروں کو بلایا گیا تھا، جنہوں نے اپنی کمالِ صناعی سے عمارت کو وہ حسنِ دوام بخشا کہ وہ رشکِ

خلائق ہوگئی۔ پانی کی بہم رسانی کے لیے بُعدِ مسافت پر واقع پہاڑوں سے نہر کاٹ کرلائی گئی تھی جس سے نہ صرف محل کے حوض اور فوّاروں کو پانی میسرآتا بلکہ مقامی آبادی کے پینے کے لیے بھی کافی ہوتا۔ قصرالزہراءکو''دارالروضہ'' کا نام بھی دیا گیا تھا جو اندلس میں اِسلام کی تہذیبی روایات کا امین تھا'۔

دولۃ الاسلام فی الاندلس نامی کتاب میں لکھا ہے کہ قصرالزہراء کے دروازے پر عبدالرحمٰن سوم کی محبوب بیوی زہراء کی تصویر نقش کی گئی تھی، جس کے نام پر اُس کا نام قصرالزہراء پڑ گیا۔ یہ عجوبۂ روزگار اس قدر عظیم فن کا آئینہ دار تھا کہ ایک ترکی مورّخ ضیاء پاشا اپنی کتاب Some Glittering Aspects of the Islamic Civilization میں لکھتے ہیں کہ: ترجمہ:''یہ محل دُنیا کا ایک ایسا عجوبہ ہے کہ اُس کی ساخت کا تصوّر روزِ اوّل سے لےکر آج تک کسی اِنسان کے بس میں نہیں۔ اِنسانی شعور کئی اَدوار سے اُس جیسی یا جمالیاتی ساخت میں اُس کے قریب قریب بھی کوئی مثال پیدا کرنے سے قاصر رہا ہے''۔

4.5.4 مسجد قرطبہ

قرطبہ کی عظیم جامع مسجد جس کا سنگِ بنیاد عبدالرحمٰن سوُم نے اپنی وفات سے دو برس پہلے ۹۵۹ء مطابق ۳۴۸ھ میں رکھا تھا، بعد کے خلفاء نے اُسے مزید وسعت دی اور وہ تاریخِ اِسلام کی عظیم الشان مساجد میں سے ایک ٹھہری۔ وہ ایک مستطیل شکل کی مسجد ہے جس کی دیواریں بڑے قیمتی اور نفیس پتھروں سے بنی ہیں۔ اُس کے مینار ستّر فٹ بلند بنائے گئے ہیں۔ مسجد میں چار ہزار سات سو فانوس روشن ہوتے تھے جن کے لیے سالانہ چوبیس ہزار پاونڈ زیتون کا تیل اِستعمال ہوتا تھا۔ مسجد کے ستونوں کی کل تعداد ایک ہزار تیرانوے ہے جو اعلیٰ کوالٹی کے دِیدہ زیب ماربلز سے تعمیر کیے گئے تھے۔ ستونوں کے اُوپری حصہ میں دُہری محرابیں بنا کر اُن کے حسن کو مزید اُجاگر کیا گیا ہے، جو تمام عالمِ اِسلام میں اپنی نوعیت کا انوکھا کام ہے۔ مسجد کی تعمیر میں اِسلامی شان وشوکت اور اِستقامت دِیدنی ہے۔ آٹھویں صدی عیسوی میں قرطبہ کے اندر ایسی حسین و جمیل اور مضبوط عمارت کا وُجود حیرت انگیز بات ہے، مسجد کی تعمیر میں کاشی کاری کا کام اپنی نفاست اور دیدہ زیب رنگوں کے حسین اِمتزاج سے اِنتہائی خوبصورت شکل اِختیار کر گیا ہے، جسے دیکھ کر آج بھی اِنسان کی آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں۔

ایک انگریز مورخ نے اُس مسجد کے بارے میں یہاں تک لکھا ہے کہ:

ترجمہ : یہ اِنسانی آنکھ کے سامنے سے گزرنے والے تمام مناظر میں سے سب سے زیادہ دِلکش منظر ہے اور اس کی مہارت اور عظمت قدیم یا جدید عمارات میں کہیں نہیں ملتی۔

شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے مسجدِ قرطبہ پر بالِ جبریل میں ایک طوِیل نظم لکھی ہے۔

اندلس میں اسلامی فنِ تعمیر ایک بہترین مثال ''الحمراء'' بھی ہے۔ یہ دُنیا کی یادگار عمارات میں سے ایک ہے جسے صدیوں قبل نہایت نفاست کے ساتھ تعمیر کیا گیا تھا۔ وہ اپنی فصیل اور برجوں کی وجہ سے ایک قلعہ دِکھائی دیتا ہے۔ اُس کی تعمیر غرناطہ کی سرخ مٹی سے ایک پہاڑی کی ڈھلان پر کی گئی تھی اور اُس میں جا بجا حوض اور فوّارے نصب تھے۔ پانی کے بہاو کے لیے قدرتی ڈھلان سے مدد لی گئی تھی جس کی وجہ سے اِضافی توانائی کی بہم رسانی ضروری نہیں رہی۔ محل کا ہر حصہ مرکزی حصے کی سی دِلکشی کا حامل ہے اور دیکھنے والا اُسی حصہ کو اُس کا مرکز سمجھنے لگتا ہے۔ اُس کے ہر حصے میں آیات، اَحادیث اور عربی اَشعار و عبارات کندہ ہیں، جو اِسلامی فنِ خطاطی (calligraphy) کے بہترین شہ پارے ہیں۔

اندلس کی یادگار عماتوں میں ''قصر الخلفاء''، ''مسجد مدینۃ الزہرا''، ''برج القصبہ''، ''برج الحراسۃ''، ''جنۃ العریف'' اور الحکم کا تیار کردہ ''مقصورہ'' اسلامی اندلس کی فنِ تعمیر کے شاہکار ہیں۔

اندلس کی عمارتوں سے پائیداری ومضبوطی، نزاکت ونفاست، حسن و جمال، جدت فکر وندرت خیال، یکتائے زمانہ ہنرمندی اور یگانۂ روزگار فکری صلاحیتوں کا اظہار ہوتا تھا۔ یہ عمارتیں اپنی تمام تر دلکشی وجاذبیت کے ساتھ موجود تھیں جو دیکھتا تھا دیکھتا ہی رہ جاتا تھا۔

4.6 اندلس میں معاشی ترقیاں

4.6.1 عمومی جائزہ

معیشت کسی بھی تہذیب کی جان ہوتی ہے۔ معاشیات کے ذریعے تہذیب وتمدن ارتقائی منزلیں طے کرتے ہیں، بہت سے ترقی پذیر ممالک کے معدنی وقدرتی وسائل بیکار پڑے رہتے ہیں نتیجتاً وہاں کی افرادی قوت جدید علوم وفنون سے بے بہرہ ہوتی ہے۔ اگر ایک ترقی پذیر ملک کثیر آبادی کا حامل ہو تو بڑی تعداد بالخصوص غیر تربیت یافتہ افراد کو روزگار فراہم کرنے میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حکمران طبقے ترقی اور روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے لیے غیر ملکی سرمایہ کاری پر انحصار کرتے ہیں، لیکن ایسے ترقی پذیر ممالک جب معاشیات کے مختلف گھریلو طریقے اختیار کرتے ہیں تو وہ ترقی کے ابتدائی مراحل ہی میں بہت سے ترقیاتی مقاصد حاصل کرنے کی استعداد پیدا کر لیتے ہیں۔ سماجی طور پر سرگرم قیادت لوگوں کو متحرک کرتے ہوئے معاشرے کے طرزِ عمل میں تبدیلی اور نظم ونسق میں بہتری لاسکتی ہے۔ یہ بات تسلیم شدہ ہے صنعت وٹیکنالوجی کا صحیح استعمال ہر نوع کے معاشرے کو ترقی اور تہذیب کے اعلیٰ مقام پر لے جانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اسلامی اندلس میں تہذیب وتمدن کو بہتر بنانے کے لیے حکمراں اور سماجی طبقوں نے جاں گسل محنتیں کیں، ہر قسم کے معاشی ذرائع کو بروئے کار لاکر اندلس کو پوری دنیا کا مطمح نظر بنادیا۔

4.6.2 کاشت کاری

اندلسی تہذیب وتمدن کو سمجھنے کے لیے ہم وہاں کی چند مشہور صنعتوں اور حرفتوں کا ذکر کریں گے جس سے یہ واضح ہوگا کے اندلس میں مسلمانوں نے جہاں تہذیب وتمدن کو سنوارنے سجانے میں محنت کی ہے وہیں باشندگان اندلس کے معیارِ زندگی کی ترقی کے لیے بھی بیش بہا مواقع فراہم کئے ہیں۔

مسلمانوں نے اندلس کی سرزمین پر جب قدم رکھا، اس وقت ان کے پاس عراق، شام اور مصر جیسے سرسبز وشاداب سرزمین موجود تھی، انہوں نے ان ممالک کے علاقوں کو بغور دیکھا پرکھا تھا اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر ان علاقوں کو ترقی وعروج کی منزلیں طے کرنا سکھادیا تھا۔ اندلس میں بھی مسلمانوں نے اپنی فطری صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا، معاشرہ کو اعلی معیار پر پہنچایا، یہاں کی مادی ترقی کے لیے منصوبے بنائے، اندلس کی فضا کو سکون عطا کیا اور ہر چہار جانب تہذیب وتمدن کے چراغ روشن کردئے۔

مسلمانوں نے اندلس کی سرزمین کو ایک غیر معمولی ترقی یافتہ ملک بنادیا، زراعت کو فروغ دیا، بارش کے پانی کو برباد ہونے سے بچایا، اس سے حسن نظم ونسق کے ساتھ زمین کی آبیاری کا کام لیا، معدنیات کا سراغ لگا کر ملک کی قدرتی وسائل میں اضافہ کیا۔ رومیوں کے عہد حکومت میں بھی زراعت پر توجہ مرکوز کی گئی تھی لیکن مسلمانوں کے جدید ذہن نے زراعت کو مختلف منصوبوں کے ذریعہ اور مختلف طرز تعمیر کے ذریعہ ملک میں فروغ دیا، جس سے چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا یہ ملک زرخیز، سرسبز وشاداب اور لہلہاتے ہوئے کھیتوں کا ملک بن گیا۔

اندلس کے بعض علاقے ساحل سمندر اور پہاڑیوں کی جھرمٹ میں واقع ہیں مثلاً غرناطہ،قرطبہ وغیرہ، یہ علاقے اسلامی اندلس میں تازہ اور خوشنما پھلوں کے خرمن تھے، ہر طرف سرسبز وشاداب اور لہلہاتی ہوئی کھتیاں تھیں، ان علاقوں میں گیہوں اور دیگر غلوں کی پیداوار بکثرت ہوتی تھی۔غلہ کے علاوہ یہاں گنے کی کاشت بھی بہت اچھی ہوتی تھی۔اندلس کی سرزمین مسالوں کی پیداوار کے لیے بھی بڑی زرخیز تھی، یلنجوج نامی ایک لکڑی پیدا ہوتی تھی جس کی خوشبو عود ہندی سے کہیں زیادہ ہوتی تھی، اس کے علاوہ قرمز، جڑی بوٹیاں، معدنی اور نباتی دوائیاں بکثرت پیدا ہوتی تھی، زرعی اور معدنی اشیا کی فراوانی کی وجہ سے اندلس کے باشندے دولت وثروت سے مالا مال تھے۔

ڈاکٹر احتشام بن حسن اندلس کی زمینوں، کھیتوں اور کسانوں کے حالات ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

''دیہی علاقوں میں کثرت سے کسان آباد تھے، جو خود اپنی کاشت کرتے تھے، ان کی زمینیں امراوسلاطین کی عطا کی ہوئی تھیں، اراضی کی تقسیم دوطرح پر تھی ایک تو وہ اراضی تھی جو امراوسلاطین کی ملکیت تھی جس میں حسین باغات لگائے جاتے تھے اور اکثر پھلوں کی کاشت ہوتی تھی جن میں انگور کی کاشت بہت عام تھی، کوئی حصہ زراعت سے کبھی خالی نہیں رہتا تھا، ان باغات اور اراضی میں جگہ جگہ عالی شان عمارات، برج، وسیع خرمن، کبوتر، نیز دیگر پالتو جانوروں کے لیے چراگاہیں ہوتی تھیں.......... باقی اراضی رعایا کی ملکیت تھی جو خود کاشت کاروں کے خورد ونوش کا ذریعہ تھی ایسے وسیع قطعات باسٹھ ہزار سے زائد تھے جن میں سے ہر بڑے قطع کی قیمت تقریباً ۲۵ طلائی دینار ہوا کرتی تھی۔ان کے علاوہ شاہی اراضی اور املاک جو مساجد اور رفاہ عام کے لیے وقف تھیں ان کے مجموعی تعداد تقریبا ۵ لاکھ ساٹھ ہزار ہوتی تھی۔شاہی اراضی کی سالانہ غلہ کی پیداوار تین لاکھ قدح سے زائد تھی''۔

اسلامی اندلس میں زرعی ترقی کے لیے کئے گئے اقدامات میں سے چند اہم اقدام یہ ہیں:

1 بارش کے پانی کو یکجا کرنے کے لیے مناسب فاصلوں پر تالاب بنائے گئے تھے، یہ تالاب اتنے بڑے ہوتے تھے کے قدرتی جھیل نما دکھائی دیتے تھے۔

2 دریاؤں پر بند باندھے گئے تھے جو بہت اونچے اور مضبوط ہوتے تھے، یہ بند دوسو فٹ تک اونچے اور سات سوفٹ تک لمبے ہوتے تھے۔

3 زیرزمین نہریں نکالی گئی تھیں جنھیں آب دوز کہتے تھے، ان آب دوزوں کی لمبائی سینکڑوں اور ہزاروں میل تک ہوتے تھے۔

4 پانی کے سلسلے میں جو تنازعات ہوتے تھے ان کو کاشتکاروں کی پنچایت حل کرتی تھی، ہر جمعرات کو مسجد کے سامنے اس کا اجلاس ہوتا تھا، حکومت پنچایت کے فیصلوں کا احترام کرتی تھی۔

5 حکومت کی جانب سے ہر بستی کے باہر تالاب کھودا جاتا تھا جس میں کوڑا کرکٹ جمع کیا جاتا تھا، تالاب بھر جانے کے بعد کاشتکاروں میں ملبہ تقسیم کردیا جاتا جو بطور کھاد زمینوں میں استعمال ہوتا تھا۔

6 فصلوں اور غلوں کو تباہ وبرباد ہونے سے بچانے کے لیے کیڑے مارنے والی دوائیاں استعمال کی جاتی تھیں۔

7 زرعی پیداوار میں اضافہ کے لیے کسانوں کو تعلیم دی جاتی تھی، تعلیم گاہیں کہیں باہر نہیں بلکہ بستی کے اندر ہوا کرتی تھیں، کلاسیں روزانہ شام کو لگتی تھیں جس میں کسانوں کو پودوں کی بیماریاں جاننے کے ساتھ ساتھ ان کا علاج بھی بتایا جاتا تھا۔اندلس کے ہر بڑے شہر میں زرعی کالج اپنی وسیع شجرگاہوں اور کتب خانوں کے ساتھ موجود تھے۔

4.6.3 پارچہ بافی

اسلامی اندلس کے شہروں میں کپڑا کی صنعت عروج پر تھی ۔ ابن حوقل کا کہنا ہے کہ ’’ میں نے پوری دنیا میں اندلس کے کپڑوں جیسے کپڑے نہیں دیکھے اور نہ ہی ایسے کاریگر روئے زمین پر موجود ہیں‘‘۔

ایس پی سکاٹ نے لکھا ہے کہ ’’ کپڑا بننے میں مسلمانان اندلس کو کمال حاصل تھا اور ان کے ہم عصر کوئی قوم ایسا کپڑا نہیں بُن سکتی تھی ، نامعلوم وہ رنگ کیسے غیر معمولی تھے جن سے ان کپڑوں کے سوت رنگے جاتے تھے‘‘۔

مذکورہ اقوال سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اندلس میں تیار ہونے والے کپڑوں کی کوالیٹی کتنی بہتر تھی۔ جن دنوں اندلس کے عام شہری یہ کپڑے استعمال کرتے تھے یورپ کے باقی حصوں میں یہ کپڑے بادشاہوں کے لیے مخصوص تھے۔

اندلس کے چند شہر کپڑے کی صنعت کے لیے دور دور تک جانے تھے، ان شہروں میں بعض کے نام یہ ہیں:

1 المریہ- یہاں ریشمی، کم خواب، زربفت کپڑے تیار کئے جاتے تھے۔ نیز دھوپ چھاؤں کا ایک گل دار کپڑا بھی یہی پر تیار ہوتا تھا۔

2 باجہ اور قلعۂ رباح - یہاں کپڑوں کی کڑھائی کا کام ہوتا تھا۔

3 غرناطہ- یہاں دھاری دار کپڑے بکثرت تیار کئے جاتے تھے۔

مذکورہ شہروں کے علاوہ شہروں میں بھی کپڑے کی بنائی ہوتی تھی۔ اندلس میں صرف سوتی کپڑوں کے کارخانے چار ہزار سے زائد تھے، بعض کارخانوں میں صرف شاہی لباس تیار کئے جاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ کپڑے کی صنعت پر اندلس کی ایک تہائی آبادی کا انحصار تھا۔

4.6.4 اشیائے لوہا و آلات جنگ سازی

اندلس کے بہت سے اضلاع میں لوہے کی کانیں موجود تھیں جن سے بھاری مقدار میں لوہا نکالا جاتا تھا۔ لوہا کا استعمال گھریلو اشیا مثلاً چھریاں، قینچیاں، ہتھوڑے اور جنگی آلات کی تیاری میں کیا جاتا تھا۔ آلات جنگ بنانے کی صنعت اندلس میں خوب پھیلی ہوئی تھی۔ طلیطلہ (Toledo) کی تلواریں اپنی مضبوطی اور کاٹ میں دُنیا بھر میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھیں۔ شمشیر سازی میں اشبیلیہ(Seville) کا بھی اچھا مقام تھا۔ اُن کے علاوہ قرطبہ(Cordoba)، غرناطہ(Granada)، مُرسیہ(Murcia)، المریہ(Almeria)اور سرقسطہ(Zaragoza) بھی اسلحہ سازی میں مشہور تھے۔ ان شہروں میں عمدہ قسم کے ہتھیار تیار ہوتے اور انہیں حسبِ ضرورت ملک کے دُوسرے شہروں میں بھی بھیجا جاتا تھا۔ امرا کی تلواروں میں جواہرات جڑنے اور قرآنی آیات کندہ کرنے کا بھی رواج تھا۔

لوہے کے صدوق بنانے میں اندلسی مسلم کاریگر دنیا سے بازے لے گئے تھے، ان صندقوں کے خانے اس قدر پیچیدہ ہوتے کہ چابیوں کے باوجود ناواقف انسان انہیں نہیں کھول سکتا تھا، اگر چابی گم ہوجاتی تو وہی کاریگر تلاش کرنا پڑتا تھا جس نے صندوق بنایا تھا۔ کئی سو سال بعد یورپین کاریگر یہ صندوق دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے اور لاکھ کوشش کے باوجود اس طرح کا دوسرا صندوق نہ بنا سکے۔

4.6.5 برتن اور فرنیچر کی کاریگری

اسلامی اندلس میں چینی اور شیشے کے عمدہ اور نفیس برتن بنتے تھے جو بیرون ملک بھی برآمد کئے جاتے تھے۔ شیشے کے برتنوں کی زیادہ تر صنعتیں ’’دانیہ‘‘، ’’بطلہ‘‘، ’’طلیطلہ‘‘ اور ’’غرناطہ‘‘ میں تھیں۔ شیشہ، کانچ اور لوہے کے برتن المریہ میں بھی بہت بنتے تھے۔ ملاغنہ میں بھی سو سے زائد

ایسے کارخانے تھے جہاں صرف چینی کے برتن بنتے تھے۔ برتنوں میں نہایت خوب صورت بیل بوٹے ہوتے ،بعض برتنوں کے کنارے سونے اور چاندی کی پتیاں بنی ہوتی تھیں۔ ملاغنہ کے برتنوں کی نمائش دنیا بھر کے بازاروں میں ہوا کرتی تھی۔

اندلس میں اسلامی دور کے اوائل میں شیشے کے برتنوں کا رواج نہ تھا مگر بعد میں جب محلاتِ شاہی میں سونے چاندی کے برتنوں کی بجائے شیشے کے برتنوں کا رواج پڑا تو یہیں سے شیشہ سازی کی صنعت نے ترقی کی اور دیکھتے ہی دیکھتے عوام وخواص بھی شیشے کے برتنوں کا عام استعمال کرنے لگے۔ ہوائی جہاز کے موجد عباس بن فرناس نے شیشہ بنانے کا ایک نیا طریقہ ایجاد کیا۔ وہ چکنی مٹی کو بھٹی میں پکاتا اور اس سے شیشہ بناتا۔ شیشہ سازی کا یہ نیا اُسلوب بہت جلد اندلس میں رائج ہو گیا۔

شیشے کے کاموں کی طرح لکڑے کے کام بھی خوب صورت ہوتے تھے۔ لکڑی کے کاموں میں ہاتھی دانت کا بھی استعمال ہوتا تھا۔ ہاتھی دانت کی صنعت کو اندلسی مسلمانوں نے اوجِ کمال عطا کیا تھا۔ مسجدوں کے محراب، منبر، دروازے، جالیاں اور کھڑکیاں نہایت نفاست کے ساتھ ہاتھی کے دانت کے لگائے جاتے تھے۔ گھریلو استعمال کی چیزیں مثلاً: کرسی، میز، پلنگ وغیرہ نہایت اعلیٰ قسم کی کاریگری کے ساتھ بڑی نفاست سے بنائے جاتے تھے۔ ان کاموں کے لیے ہزاروں مزدور ہمہ وقت مصروفِ عمل رہا کرتے تھے۔

4.6.6 کاغذ سازی

اندلس میں خلافتِ اُمویہ کے دور میں علم کی وسیع پیمانے پر ترویج اشاعت ہوئی، اس اشاعت کا ذریعہ مختلف علوم وفنون کی کتابیں تھیں۔ کاغذ کی ایجاد سے قبل جن اشیاء پر کتابیں لکھی جاتی تھیں وہ اس قابل نہ تھیں کہ فقط اُن کے بل بوتے پر لاکھوں کتب پر مشتمل بڑی بڑی لائبریریاں وجود میں آسکتیں، اس کے لیے کاغذ کی ضرورت تھی۔ شاہان زمانہ علم وادب کے سرپرست تھے، اس لیے کاغذ کی سب سے بڑی خریداری حکومت وقت کیا کرتی تھی۔

دُنیا میں پہلے ریشمی کیڑے کے خول یا دیگر چیتھڑوں سے کاغذ بنایا جاتا تھا، جو نہ صرف بہت زیادہ مہنگا ہوتا بلکہ صرف انہی ممالک میں دستیاب ہوتا جن کی آب وہوا اس قدر موزوں ہو کہ ریشم کا کیڑا وافر مقدار میں پرورش پا سکے۔ مسلمانوں نے رُوئی سے بننے والا کاغذ ایجاد کیا، اس صنعت کو ملک وبیرون ملک فروغ دیا۔ اندلس میں کاغذ بنانے کے چھوٹے چھوٹے کارخانے گھروں میں بھی موجود تھے جو ہلکا پھلکا کاغذ تیار کرتے تھے۔ شاطبہ کی آدھی آبادی کا روزگار کاغذ کی صنعت سے وابستہ تھا۔ قرطبہ میں بیس ہزار سے زائد تاجر صرف کاغذ کا کاروبار کرتے تھے۔

معروف مستشرق منٹگمری واٹ نے اپنی مشہور کتاب ''The Influence of Islam on Medieval Europe'' میں اعتراف کیا ہے کہ کاغذ کے معاملہ میں اندلس سارے یورپین ممالک میں مقدم ہے۔ ایک اور مؤرخ لکھتا ہے کہ

''یورپ بھر میں سپین پہلا ملک ہے جہاں کاغذ بنانے کا کام شروع ہوا۔ اسلامی سپین میں کاغذ سازی کی صنعت مشرقی اسلامی سلطنت ہی سے پہنچی۔ 1085ء میں شاطبہ (Xatiua) میں کاغذ سازی کا کارخانہ قائم ہوا۔ تھوڑے ہی عرصے میں اسلامی سپین کے ماہرین نے کاغذ سازی کو نئے انقلابات سے روشناس کیا۔ سپین کا کاغذ مضبوط اور معیاری ہوتا۔ بالخصوص شاطبہ میں نہایت عمدہ کاغذ تیار ہوتا تھا جس کی نظیر دنیا بھر میں نہیں ملتی۔ اپنے بہترین معیار کی بدولت اُسے آس پاس کے بہت سے ممالک کو برآمد کیا جانے لگا۔ شاطبہ کے علاوہ قرطبہ، غرناطہ، قسطلہ اور بلنسیہ میں بھی کاغذ سازی کے بڑے کارخانے موجود تھے''۔

مذکورہ ذرائع معاش کے علاوہ بہت سے اور بھی ذرائع ہیں جن کا نظارہ ہمیں اندلس کے معاشرہ میں دیکھنے کو ہے۔مثلاً چمڑے کی صنعت،کھاد بنانے کی صنعت،مشینری پرزوں کی مرمت اور مختلف قسم کی مشینیں بنانے کی ٹکنالوجی،معدنیات کا بڑے پیمانے پر اخراج اور ان کا بھرپور استعمال،گھوڑوں اور دیگر جانوروں کی پرورش،شہد کی مکھیوں اور ریشم کے کیڑوں کی پرورش وغیرہ ایسے بے شمار کام تھے جن میں اسلامی اندلس کا پورا معاشرہ مصروف عمل تھا۔کوئی بیکار اور سست پڑا ہوا انسان نظر نہیں آتا تھا۔

4.7 اندلس میں معاشرتی ترقیاں

4.7.1 عمومی جائزہ

اسلامی اندلس کے ماقبل دور میں طرز زندگی بڑی کٹھن تھی اور ضروریاتِ زندگی کا فقدان تھا،خوراک حاصل کرنے اور قدرتی آفتوں اور خطرناک جانوروں سے خود کو محفوظ رکھنے کی صلاحیت بھی ان موجود نہیں تھی،مسلمانوں نے وہاں وقت گزرنے کے ساتھ کھیتی باڑی کی طرف توجہ دی اور زرعی معیشت اپنا کر ایک جگہ رہنے کو ترجیح دی،انہوں نے آہستہ آہستہ صنعتیں لگانی شروع کیں،صنعتوں کا قیام عموماً شہری آبادی کے قریب عمل میں آیا،روزگار کے مواقع بڑھے تو دیہاتی آبادی شہروں کی طرف منتقل ہونے لگی،اس طرح شہری ثقافت میں بے انتہا ترقی ہوئی۔اندلس میں مختلف اقوام پہلے سے آباد تھیں ان میں سے ہر ایک کی الگ الگ ثقافت تھی،مقامی طور پر ہر علاقے کی ثقافت پہلے سے موجود تھی اگرچہ ترقی یافتہ نہیں تھی،مسلمانوں کی آمد کے بعد اسلامی تہذیب وثقافت نے مل کر ایک نئی ثقافت وتہذیب بنائی جس کو دنیا کی سب سے بہترین ترقی یافتہ ثقافت وتہذیب کا نام دیا جاسکتا ہے۔

4.7.2 غذائی اشیا اور ان کا استعمال

مسلمانوں نے اندلس کو تعمیرات سے آراستہ کیا،اُسے تہذیبی اِرتقاء سے روشن وتابناک بنایا۔وہاں کے معاشرہ کو اَمن وامان اور چین وسکون والا معاشرہ بنایا،وہاں صنعت وحرفت اور تجارت کو فروغ دے کر شہریوں کو آسودہ حال کر دیا۔نتیجتاً لوگوں کی قوتِ خرید بہت زیادہ بڑھ گئی، وہ اعلیٰ لباس اور بہترین اَشیائے خورونوش پر بے دریغ رقم خرچ کرنے لگے۔تہذیبی تکلّفات اُن کی زندگی کا حصہ بن گئے۔آرائش وزیبائش پر خصوصی توجہ دی جانے لگی،گھروں کے باہر لان بنانے اور اُن میں دُور ودراز ممالک سے نایاب درخت منگوا کر لگانے کا رواج عام ہوگیا۔اکثر گھروں میں فوارے اور حوض بھی بنائے جانے لگے۔

اسلامی اندلس میں اعلیٰ قسم کا گیہوں سال بھر مارکیٹ میں دستیاب تھا،اس لیے عام غذا کے طور گیہوں کا استعمال زیادہ ہوتا تھا۔بادیہ نشیں اور مزدور موسم سرما میں جوار،چنا،مٹر اور مسور استعمال کرتے تھے۔پھل اور میوہ جات کی اندلس میں کوئی کمی نہیں تھی،ہمیشہ بہ افراط ملتے تھے۔

اسلامی اندلس میں غذائی اشیا میں چونکہ گیہوں کا استعمال عام تھا اس لیے گیہوں پیسنے کے لیے مروجہ ہتھ چکیاں ناکافی تھیں،وہاں کے لوگوں نے ہوا اور پانی کی طاقت سے چلنے والی چکیاں ایجاد کی تھیں جنھیں پن چکی کہا جاتا تھا۔پانی اور ہوا کی توانائی کے ذریعے چلنے والی ان چکیوں کا روز مرّہ زندگی میں اہم رول تھا،ان سے کئی ایک چھوٹے بڑے کام سرانجام دیا جاتا تھا۔ماہر انجینئرز کے علاوہ عام لوگ بھی ہوا اور پانی کی توانائی کا استعمال سمجھتے تھے بلکہ عملاً اُس سے فائدہ بھی اُٹھاتے تھے۔ایک مؤرخ لکھتا ہے:

’’اناج کی پسائی وغیرہ کے لیے پانی اور ہوا کی طاقت سے چلنے والی چکیاں پورے ملک میں عام تھیں۔پن چکیاں (water mills)

عموماً ایسے پہیوں پر بنائی جاتی تھیں کہ بوقت ضرورت اُن کا رُخ ہوا کی سمت گھمالیا جاتا تھا۔ پن چکیوں (water mills) کے لیے دریاوں کا پانی نہروں کے ذریعے مخصوص جگہوں پر لا کر بلندی سے یکدم گرا دیا جاتا تھا جس سے نیچے لگی چرخیاں گھومنے لگ جاتیں تھیں۔ چنانچہ دریائے وادی کبیر (Guadalimar River) اور دریائے شنیل (Genil River) کے کنارے سینکڑوں پن چکیاں غلہ پیسنے کے لیے نصب تھیں''۔ آج کل جس طرح ہندوستان میں واشنگ مشین اور فریزر کی ضرورت اور استعمال ہے یہی حال اندلس میں ان چکیوں کا تھا۔

4.7.3 لباس و پوشاک

خوراک کے بعد لباس انسانی زندگی کی سب سے بنیادی ضرورت ہے۔ اس کی ضرورت و اہمیت سے کسی دور کے کسی بھی معاشرے نے انکار نہیں کیا۔ یہ الگ بات کہ دولت کی فراوانی اور اخلاقی بے راہ روی لباس پہنے ہوئے بھی بے لباسی کی کیفیت پیدا کر دے۔ اسلام نے جہاں لباس کے لیے ضروری ستر کی حدود متعین کی ہیں وہاں اُس کی زینت کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ اسلامی اندلس کے پہناوا پر نظر ڈالیے تو یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ وہاں کے لباس و پوشاک میں حدود اسلام کی مکمل رعایت کی جاتی تھی۔

اسلامی اندلس کے لوگوں کے لباس پورے جسم کو ڈھپے ہوتے تھے، وہ سرد و گرم موسم کے لحاظ سے الگ الگ ملبوسات کا استعمال کرتے تھے۔ گرمی کے موسم میں افریقی، تیونسی اور خود اندلسی چادریں اور لنگیاں استعمال کرتے تھے جب کہ موسم سرما میں عام طور پر رنگین پوشاک زیب تن کرتے تھے۔ ان رنگین پوشاکوں میں کتان مصر اور اندلس کے بُنے ہوئے ریشمی سوت کے کپڑے زیادہ چلن میں تھے۔ عہدے اور رتبے کے لحاظ سے لباس و پوشاک میں واضح فرق دیکھا جاسکتا تھا۔ عمامے کا استعمال شیوخ علما و قضاۃ اور سپہ سالارانِ فوج کرتے تھے، عام لوگوں میں عمامے کا رواج نہیں تھا۔ عصا کا استعمال عام تھا جو زیادہ تر بید کی لکڑی سے بنے ہوتے تھے۔

ملبوسات کی کمی کو دور کرنے کے لیے اسلامی اندلس میں مسلمانوں نے پارچہ بافی کی صنعت کی طرف بھرپور توجہ مبذول کی تھی اور اس میں کمال حاصل کر لیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ'' اسلامی اندلس میں پارچہ بافی کی صنعت اپنے عروج پر تھی یہاں کے تیار شدہ ملبوسات (garments) آس پاس کے بہت سے ممالک کو برآمد بھی کیے جاتے تھے۔ اندرون ملک بھی اس کا استعمال عام تھا، لوگ گھریلو ملبوسات کو پسند کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ حتیٰ کہ مرکزی اسلامی سلطنت کے دار الخلافہ بغداد میں بھی اندلس کے معیار کا کپڑا تیار نہ ہوتا تھا۔ اندلس کا دیباج اور طِراز دُنیا بھر میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ اور اکثر مورخین اندلس کے شاہی ملبوسات کو بغداد کے شاہی ملبوسات پر فوقیت دیتے ہیں''۔

اندلس کے جنوبی ساحل پر واقع شہر المریہ (Almeria) دِیباج کی تیاری میں سب شہروں سے بڑھ کر تھا، جہاں پارچہ بافی کے ساڑھے چار ہزار سے زائد مشینیں نصب تھیں۔

4.7.3 عوامی فلاح و بہبود کی اسکیمیں

4.7.1 عمومی جائزہ

اسلامی اندلس میں آبادی کا ہر شخص اپنی جگہ مطمئن نظر آتا ہے۔ حکومت کی جانب سے رفاہ عامہ کے کاموں کی وجہ سے عام شہری خوش وخرم دکھائی دیتا ہے۔

اسلامی اندلس میں ہر فرد انسان کے لیے اس کی زندگی کے موافق سہولیات موجود تھیں۔ افرادی حیات کے لیے افرادی اور اجتماعی

حیات کے اجتماعی سہولیات سے پورا ملک بھرا ہوا تھا۔ پورا ملک درختوں سے لبریز ہونے کے باوجود گرمیوں میں جگہ جگہ خیمے تان دیئے جاتے تھے تاکہ مسافروں کو تنگی نہ ہو۔ گھر گھر فوارے اور چوراہوں پر حوض بنے ہوئے تھے۔ شہر بھر میں کوئی شخص پھٹے پرانے کپڑوں میں نظر نہیں آتا تھا۔ کوئی فرد پریشاں حال ہو کر بھیک مانگتے دکھائی نہیں دیتا تھا۔

سرد موسم میں حمام میں گرم پانی کی سپلائی کی جاتی تھی۔ دیہاتوں میں بھی حمام موجود تھے۔ مختصر یہ ہے اندلس اپنے عروج کے زمانے میں علمی، معاشی، معاشرتی اور تمدنی وتہذیبی اعتبار سے عروج پر تھا۔

4.7.2 آبادی کی اکائیوں میں وحدت

اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرہ والدین کے حقوق، بڑوں کا ادب واحترام، چھوٹوں پر شفقت ورافت، ساتھیوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی تحسین اور تاکید کرتا ہے۔ ایثار وقربانی، ہمدردی وغم خواری، شرم وحیا، عفت وپاک دامنی اور حسن ظن وغیرہ اوصافِ حمیدہ اور صفاتِ جمیلہ کی ترغیب دیتا ہے۔ اسلامی تہذیب ومعاشرہ اور اسلامی سماج میں ہر نوع کی خوبی شامل ہوتی ہے اور ہر برائی سے دوری اور اجتناب کی پذیرائی ہوتی ہے۔ اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرہ گناہوں اور جرائم کے سدباب کے لیے ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ اسلامی اندلس میں تہذیب وتمدن کی یہ خوبیاں صاف طور پر نظر آتی ہیں۔

اندلس کی آبادی شہری اور دیہاتی دونوں پر مشتمل تھی جو درج ذیل افراد پر مشتمل تھی۔

1 فاتح آزاد مسلمان [عرب اور بربر]

2 غلام [مسلم اور غیر مسلم]

3 نومسلم [مقامی اندلسی]

4 عیسائی

5 یہودی

عروج اندلس کے زمانے میں آبادی کی یہ ساری اکائیاں شیر وشکر ہو کر رہا کرتی تھیں۔ اسلامی تعلیمات واحکامات کے مطابق کسی ایک پر بھی ظلم وجبر، دہشت گردی اور جارحیت کی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی تھی۔ کوئی بھی شہری تعصّبانہ ذہنیت اور عدم رواداری کی باعث انارکی پھیلانے کا مجاز نہیں تھا، ہر چہار جانب امن اور اطمینان کا ماحول تھا، اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ اسلام ایک ایسا دین رحمت ہے جس کی تمام تعلیمات عدل و انصاف، اخوت وبھائی چارگی، رواداری ومساوات پر مبنی ہیں۔

4.7.3 معذوروں کی دیکھ بھال

کسی بھی معاشرہ کے سارے افراد صحت مند نہیں ہوتے، صحت مندوں کے ساتھ معذروں کی آبادی بھی معاشرہ کا حصہ شمار ہوتی ہے۔ اسلامی اندلس میں ایسے تو عوامی فلاح وبہبود کے لیے عمارتیں بنتی رہتی تھیں، لیکن ملک کے ہر حصے میں سرکاری خرچ سے کچھ ایسے ادارے بھی قائم کئے گئے تھے جہاں محتاج، اپاہج، بیمار اور اسی طرح کے دوسرے لوگوں کا انتظام تھا۔ ان کے تمام اخراجات کا ذمہ حکومت وقت پر تھا۔ قرطبہ میں ایسے کئی سو ادارے قائم تھے جہاں یتیموں کی پرورش وپرداخت ہوتی تھی۔ معذروں پر کیا جانے والا خرچ بادشاہ اپنی جیب خاص سے

ادا کیا کرتھا۔

4.7.4 علاج ومعالجہ

اسلامی اندلس میں شعبۂ طب پر حکومت وقت کی خاص توجہ تھی، دوخلافت میں صرف قرطبہ میں چالیس سے زائد ہسپتال موجود تھے۔عبد الرحمان دوم کے دور میں عراق کے تربیت یافتہ طبیبوں نے قرطبہ میں ''کلیۃ الطبیہ'' کھولا تھا، چنانچہ اس طبی کالج نے اندلس کو بہت سے سرجن اور طبیب دئے۔مسلمان طبیبوں نے یونانی طبابت کے خیالات کو من عن قبول کرنے کی بجائے اس کا تنقیدی جائزہ لیا، اپنی تحقیقی، تجرباتی اور مشاہداتی مزاج کے مطابق انہوں نے بہت سی بیماریوں اوران کے علاج کی چھان بین کی اوراس میدان میں سب سے آگے نکل گئے۔عروج اندلس کے زمانے میں مسلمان اطبا اپنی علمی سیادت اور عملی واقفیت کی بناپر شہرت کے بام عروج کو پہنچ چکے تھے۔اسلامی اندلس کے مسلم اور غیر مسلم اطبا، ان کی علمی اور طبی مہارت، حالات اور تصانیف کا ذکر ابن اصیبعہ نے اپنی کتاب ''عیون الأنباقی طبقات الاطباء'' میں طبقات الاطبافی بلاد المغرب کے عنوان سے بڑی تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔

اسلامی اندلس میں عوام کو طبیبوں کی خدمات زیادہ ترمفت میں حاصل تھیں۔معمولی بیماریوں سے لے کر قابل سرجری بیماریوں تک کا علاج اندلس میں کیا جاتا تھا۔طبیبوں کی محنت وکاوش ہی کا نتیجہ تھا کہ اندلس کے شہری صحت منداور توانا زندگی گزارتے تھے۔

اگر یہ کہا جائے تو بے جانہیں ہوگا کہ مسلم دور کا اندلس موجوددور کے اندلس سے کہیں زیادہ آگے تھےاور یہ سب مسلمانوں کی کامیاب عملی جدوجہداور محنت ومشقت کا نتیجہ تھا۔

4.8 یورپ پراسلامی تہذیب کے اثرات

4.8.1 عمومی جائزہ

اندلس میں اسلامی تہذیب وتمدن کے ارتقا سے پہلے یورپ وحشت و بربریت اور جہالت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا، وہاں تہذیب و ثقافت، سیاست وتمدن اور علوم وفنون کا کوئی تصور نہیں تھا۔یورپ کا بیشتر حصہ لق ودق بیابان یا بے رہ جنگل تھا، کہیں کہیں راہبوں کی خانقاہیں اور چھوٹی چھوٹی بستیاں آباد تھیں، جا بجا دَل دَلیں اور غلیظ جوہڑ تھے۔لندن اور پیرس جیسے شہروں میں بھی لکڑی کے مکانات تھےاور چھتیں گھاس پوس کی تھیں۔صفائی کا کوئی انتظام نہیں تھا نہ نالیاں تھیں اور نہ حمام تھے۔سڑکیں کیچڑوں سے بھری پڑی تھیں، روشنی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔رہائش کا یہ عالم تھا کہ گھر کے تمام آدمی موشیوں کے ساتھ ایک کمرے میں سوتے تھے۔ایک ہی لباس سالہا سال تک لوگ زیب تن کرتے تھے۔نہانا بڑا گناہ سمجھا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ پاپائے روم نے سسلی اور جرمنی کے بادشاہ فریڈرک [۱۲۱۲ء–۱۲۵۰] پر جب کفر کا فتوی لگایا تو فہرست الزامات میں یہ بھی درج تھا کہ وہ روز مسلمانوں کی طرح غسل کرتا ہے۔

یورپ میں نہ سڑکیں تھیں اور نہ ذرائع نقل وحمل مثلاً بیل گاڑی، خچر، گدھے وغیرہ تھے۔جنگلوں، پہاڑوں اور سنسان راستوں میں ڈاکو رہا کرتے تھے۔وبائی بیماریاں عام طور پر پھیلا کرتی تھیں، دسویں صدی عیسوی میں جب تباہ کن قحط کا سامنا ہوا تو یورپ کے پاس اس قحط سے نبردآزما ہونے کے لیے کوئی متبادل موجود نہیں تھا۔مؤرخ پروکوپیس نے لکھا ہے کہ

''میں ان وحشیوں کے ہولناک افعال کے ذکر سے صفحات تاریخ کو آلودہ نہیں کرنا چاہتا تاکہ آئندہ نسلوں کے لیے خلاف انسانیت

افعال کی مثال زندہ رکھنے کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہ ہو"۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اگر مسلمان اندلس اور سسلی میں قدم نہ رکھتے تو یورپ ہلاکت و بربریت، بداخلاق و بے ایمانی اور غیر متمدن زندگی کے دلدلوں سے کبھی باہر نہیں آپاتے۔ مسلمانوں نے یورپ کو ایک تابدار تمدن اور عظیم الشان تہذیب دیا۔ بے شمار درس گاہیں اور ہر قسم کے علوم دئے۔ انہیں کپڑے پہننے، نہانے، کھانے اور انسانوں کی طرح رہنے سہنے کا سلیقہ سکھایا، اخلاق و آداب اور طریقۂ حیات کا درس دیا۔

4.8.2 اسلامی تہذیب کے اثرات

آٹھویں صدی عیسوی میں مسلمان اندلس پہنچے اور ایک سو سال بعد سسلی پہنچے، وہ ان ممالک میں خالی ہاتھ نہیں گئے تھے۔ ان کے ساتھ ان کا علم و ہنر بھی پہنچا تھا۔ وہ تاریخ، فلسفہ، طبعیات، طب، ریاضی، شعر و ادب، علم الکلام اور درجنوں علوم ساتھ لے لیے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ علوم اٹلی، جرمنی، فرانس اور دیگر ممالک میں پہنچے۔ بارہویں صدی میں یورپ مائل بہ علم ہو چکا تھا اور سولھوی صدی تک ایک عام بیداری پیدا ہو چکی تھی۔ آج یورپ تہذیب و تمدن میں بہت آگے نکل چکا ہے۔ برطانیہ جیسے چھوٹے ملک میں چالیس سے زیادہ یونیورسٹیاں ہیں، ہر یونیورسٹی کے تحت بیسوں کالج ہیں۔ تعلیم و تدریس پر بڑے بڑے ماہرین متعین ہیں۔ اسی طرح تالیف و تصنیف کے سینکڑوں ادارے ہیں جو ہر فن پر کتابوں کے انبار لگا رہے ہیں۔ علوم و فنون کے علاوہ شعبہ ہائے حیات کے ہر شعبہ میں ترقی کی منزلیں طے کرتا جا رہا ہے۔ ترقی کی ان شاہ راہوں پر چلنے کی صلاحیت ان ممالک کے اندر خود بخود پیدا نہیں ہوئی بلکہ اسلامی تہذیب و ثقافت سے انہوں نے بہت کچھ سکھا ہے۔

اسلامی تہذیب و ثقافت نے یورپ کے ہر شعبۂ حیات پر اثر ڈالا، ان کے لباس بدل گئے۔ طور طریقے اور آداب زندگی میں تبدیلی آ گئی۔ تعمیرات میں مغربیت کی جگہ مشرقیت نے لے لی، عورتوں کا احترام بڑھ گیا۔ مختصر یہ کہ پورا معاشرۂ یورپ عربی تہذیب و تمدن سے ایسا متاثر ہوا کہ اس کی اصل شناخت باقی نہ رہ سکی۔ اس غیر معمولی تبدیلی کی چند باتیں ذیل میں اختصار کے ساتھ درج کی جاتی ہیں۔

ایک معاصر محقق لکھتے ہیں: "اسلامی تہذیب کو پھیلانے میں صلیبی جنگوں نے بڑی مدد کی۔ اندازاً دو سو برس تک لاکھوں صلیبی مصر، فلسطین، ایشیائے خورد اور شام میں آ کر اسلامی تہذیب و تمدن سے متاثر ہوتے رہے۔ صلیبیوں نے پہلی جنگ 1196ء میں یروشلم لے لیا تھا اور یہاں اَسی برس تک حاکم رہے۔ پہلا بادشاہ عربی لباس پہنتا تھا، اس نے مسلمانوں کی طرح جا بجا حمام قائم کئے اور شفاخانے بنائے، یورپی مشنری عربی سیکھنے لگے۔ سامانِ جنگ میں گھوڑوں کی زرہ، تبر طبل اور بارود کا اضافہ ہوا۔ کبوتروں کے ذریعے پیغام رسانی شروع ہوئی، محاصرہ کے عربی طریقے نیز مشرق کے پودے اور کاشت کے طریقے، لذیذ کھانے مثلاً پلاو، قورمہ، حلوہ، چٹنیاں، اعلیٰ لباس، عطریات، مسالے، مشروبات، شکر نکالنے کی ترکیب اور دیگر متعدد اشیاء مشرق سے مغرب میں پہنچیں۔ وہاں فرنیچر، برتن اور عمارات مشرقی طرز کی بننے لگیں۔ آرٹ نقاشی یہاں تک کہ جلد بندی پر بھی اسلامی رنگ چڑھ گیا۔ دمشق اور شام کی صنعت شیشہ سازی وینس میں قائم ہوئی، فرانس اور اٹلی میں ریشم بافی ہونے لگی۔ عرب رجز خوانوں سے متاثر ہو کر یورپ کے شعراء نے بھی رجز خوانی شروع کر دی اور لطف یہ کہ بحر، ردیف و قافیہ کے علاوہ تشبیہات و استعارات تک عربوں سے لیے گئے۔ وہی اونٹ، آہو، ریت اور خار مغیلاں کا تذکرہ، وصل و فراق کے قصے اور حسب و نسب پر ناز، عربی ساز مثلاً بنسی، عود، رباب، طنبورہ اور گٹار بھی یورپ میں جا پہنچے۔ یوں عربوں کی شائستگی کا نور آہستہ آہستہ یورپ میں پھیلتا گیا یہاں تک کہ وہ جاہل اور وحشی لوگ ذہنی مشاغل میں حصہ لینے لگے۔ ان کے لباس چمک اٹھے اور وہ دنیا کی مہذب ترین قوم بن گئے"۔

4.9 نمونے کے امتحانی سوالات

مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب تیس سطروں میں لکھیے۔

1 اندلس میں اسلامی تہذیب کی ابتدا اور عہد والیان میں اندلس کی تہذیبی حالات پر روشنی ڈالیے۔

2 اندلس میں اسلامی فن تعمیر پر ایک جامع نوٹ تحریر کیجیے اور اس کی مختلف عمارتوں کا تعارف تحریر کیجئے۔

3 اسلامی اندلس کے ذرائع معاش کا تفصیلی جائزہ لیجئے۔

4 یورپ پر اسلامی تہذیب کے اثرات پر ایک جامع نوٹ لکھئے۔

مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب پندرہ سطروں میں تحریر کیجئے۔

1 مسجد قرطبہ کی حسن تعمیر کا بیان واضح لفظوں میں تحریر کیجئے۔

2 حکم ثانی کی لائبریری کی اہمیت وافادیت روشنی ڈالیے۔

3 اندلس میں صنعت کاغذ سازی پر ایک جامع نوٹ تحریر کیجئے۔

4 اسلامی اندلس میں عوامی فلاح وبہبود کی اسکیموں کا جائزہ تحریر کیجئے۔

اسلامی اندلس میں معاشرتی ترقیوں کے بارے میں اپنی معلومات تحریر کیجئے۔

4.10 مطالعہ کے لیے معاون کتابیں

1 الحضارۃ العربیۃ الاسلامیہ ڈاکٹر شوقی ابوخلیل، دارالفکر المعاصر، بیروت لبنان۔

2 تاریخ العرب وحضارتھم فی الأندلس، خلیل ابراھیم سامرائی، دارالکتب الوطنیہ، بنغازی، لیبیا۔

3 تاریخ الشعوب الاسلامیہ، کارل بروکلمان، دارالعلم للملایین، بیروت، لبنان۔

4 الأندلس بوابۃ الحضاری العربی الإسلامی-الأوربی، شہاب احمد، جامعۃ الموصل۔

5 رسالہ فکرونظر اسلام آباد پاکستان-اندلس کی اسلامی میراث نمبر۔